اسلامی تشکیلِ تعلیم

اُردو سائنس بورڈ کا سوال نامہ اور جوابات

نعیم صدیقی

ذیل کا سوال نامہ جناب اشفاق احمد صاحب کے مراسلاتی خط کے ساتھ موصول ہوا اور اصرار تھا کہ ضرور اور جلد جواب دیا جائے۔ (ن ۔ ص)

سوال نامہ کمیشن برائے اسلامی تشکیلِ تعلیم :-

مکرمی و محترمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نفاذِ شریعت آرڈی نینس ۱۹۸۸ء کے تحت نظامِ تعلیم کی اسلامی تنظیم کے لیے ایک مستقل کمیشن قائم ہو چکا ہے اور یکم اگست ۱۹۸۸ء سے اپنے کام میں مشغول ہے۔

ابتدائی غور و خوض کے بعد منجملہ دیگر مسائل کے مندرجہ ذیل نکات خاص طور پر زیر بحث آئے ہیں۔

۱ــ اسلامی شعائر و اقدار اور نظریۂ پاکستان کا تحفظ۔

۲ــ تعلیمی نظام میں اسلامی اخوت و مساوات کے اُصول کا عملی نفاذ اور ملک میں رائج مختلف اور متعدد نظام ہائے تعلیم کا جواز یا عدم جواز۔

۳ــ نصابات اور نصابی کتابوں کو اسلامی سانچے میں ڈھالنا۔

۴ــ معیارِ تعلیم کی بلندی۔

۵ــ دینی مدارس میں معاشرتی و سائنسی علوم کو شاملِ نصاب کرنے کی ضرورت۔

۶ ۔ اسلامی نظامِ تعلیم میں طلبا اور اساتذہ کی تنظیموں کا جواز۔

اِن نکات کے علاوہ کسی مزید پہلو کی نشاندہی فرما سکیں تو اُسے بھی زیرِ غور لایا جا سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کی رائے اور عملی تجاویز ہمارے کام میں ممد و معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔

میں ممنون ہوں گا اگر آپ اس خط کے جواب میں توقف نہ فرمائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۸ء تک ہمیں آپ کا جواب موصول ہو جائے۔

فقط مخلص

اسمِ گرامی و مہر ڈاکٹر رضی الدین صدیقی

(صدر نشین کمیشن)

سوالنامے کے جوابات از نعیم صدیقی

محترمی و مکرمی ڈاکٹر محمد رضی الدین صاحب صدیقی صاحب! صدر نشین کمیشن برائے اسلامی تشکیلِ جدید السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ جیسے مخلص بزرگ کی طرف سے میرے نام سوالنامۂ تعلیمی کا اجرا عزت افزائی ہے۔ شکریہ عرض کرتا ہوں۔

سوال نامے کے جوابات سے پہلے کچھ تمہیدی گذارشات!

جب سے پاکستان بنا ہے، اسلامی تعلیم، اسلامی قانون، اسلامی اقتصادیات اور دوسرے ضمنی مباحث کے متعلق بارہا سوالنامے جاری ہوئے اور بارہا دل لگا کر جواب لکھے مگر پرنالہ وہیں رہا۔ اب آپ نے پکارا تو کثیر اربابِ علم و فضل اور اصحابِ تجربہ و عہدہ کے ساتھ میں بھی اپنی طالب علمانہ اور درویشانہ استعداد کے ساتھ حاضر ہوں۔ ع

جو کام ہمارا ہے وہ ہم کرتے رہیں گے

دوسری پیچیدگی یہ سامنے ہے کہ بگڑی ہوئی جمہوریتوں کے ہاتھوں لحاظ داریوں اور ووٹ نوازیوں کی وجہ سے بہت سے ایسے کارنامے نمودار ہوتے رہتے ہیں کہ جب مارشل لا وارد ہو جاتا ہے تو وہ ان کارناموں کے ساتھ بعض اچھی چیزوں کا بھی صفایا کر دیتا ہے۔ اسی طرح مارشل لا کے دور میں جو بھی بُرے اور اچھے کام ہوتے ہیں، جمہوریت ان پر جھاڑو پھیر دیتی ہے۔ آپ کا کمیشن گو جمہوری دور سے تعلق رکھتا ہے۔ مگر صدر پاکستان مرحوم کی طرف سے اسمبلیاں برطرف کر دینے کے بعد بذریعہ آرڈی ننس قائم ہوا ہے۔ کچھ معلوم نہیں کہ آنے والی

منتخب پارلیمنٹ اس کے ساتھ اور اس کی خدمات کے ساتھ کیا سلوک کرے گی۔

خیر یہ سب کچھ اللہ کے سپرد، کمیشن اچھے مقصد کے لیے قائم ہوا ہے اور آپ کی صدارت میں جو خطوط کاوشں اس کی طرف سے سامنے آتے ہیں وہ مبارک ہیں، لہٰذا آپ سے تعاون کرنا ضروری ہے۔

سوال نمبر (۱)

میں اس سوال کی تائید کرتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ملّتِ پاکستان کا نظامِ تعلیم طے کرنے سے پہلے ایک سوال انتہائی اہم ہے اور اس کا دو ٹوک جواب اوّل تو ہمارے سامنے پہلے دن سے ہونا چاہیے تھا، ورنہ کم سے کم آج تو مسئلہ تعلیم (و دیگر مسائل) پر سوچنے سے پہلے اسے طے کر لینا چاہیے۔

افسوس ہے کہ یہ سادہ سا سوال نہ تو اس وقت طے ہو سکا جب "پاکستان کا مطلب کیا؟ ــــ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ" کے نعروں سے فضائیں لرز رہی تھیں۔ پھر یہ اس وقت بھی ایک فیصلے تک نہ پہنچا جب کہ دستور یہ نے قراردادِ مقاصد پاس کی، گذشتہ مارشل لا دور میں اسلامائیزیشن کے سلسلہ عمل کے درمیان بھی یہ موقع پیدا نہ ہوا کہ ہمارا مسئلہ نمبر ۱ حل ہو جائے۔ اب آپ کے سوال نامے نے میری توجہ پھر اس کی طرف مبذول کر دی ہے۔

بنیادی طور پر زندگی کے دو ٹائپ ہیں: ایک ملحدانہ اور مادہ پرستانہ، دوسرا خدا پرستانہ اور اخلاق پسندانہ۔ سوال یہ ہے کہ ہمیں کیسے انسان بنانا مطلوب ہے اور ان کے ذریعے کیسا معاشرہ تیار کرنا اور کیسا نظامِ اجتماعی چلانا ہے۔ ہم کس طرز کی تہذیب اضطراب زدہ انسانیت کے سامنے پاکستان کے ذریعے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم مسلمان افراد، مسلمان معاشرہ، اسلامی عدلِ اجتماعی اور اسلامی تہذیب کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں تو اس فیصلے کی مدد سے نظامِ تعلیم کا ڈھانچہ اور اس کی رُوح اور اس کی ساری ضروریات حاصل ہو سکتی ہیں، اور ہر مشکل کا حل نکل سکتا ہے۔

سوال نامے کے الفاظ "اسلامی شعائر و اقدار اور نظریۂ پاکستان" کے الفاظ میں یقیناً اصل مدعا موجود ہے۔ لیکن اس طرح کے خوبصورت الفاظ مریضانِ گریز کو اس بات کا موقع دیتے ہیں کہ وہ کچھ لفظوں سے کام چلائیں مگر اصل مقصد کو سر نہ اُٹھانے دیں۔ الفاظ و اصطلاحات کے اسی کھیل نے ہمارے چالیس برس برباد کر دیئے۔ طرح طرح کے تجربے، بار بار بدلتے نصاب اور نصابی کتابیں، اور نتیجہ انتشار اور ایک لایعنی پن، جو ہر طرف طاری ہے۔

میرا خیال ہے کہ بات ذرا کھلے الفاظ میں اور صاف اسلوب سے کہنی چاہیے۔

سوال (۲)

ہمارا معاشرہ جس شکل میں طبق بر طبق بنا ہوا ہے، اسی کی وجہ سے ہر معاملے میں عدم مساوات کو قائم رکھا جاتا ہے۔ اصلاح کا ایک نقطۂ آغاز تعلیم گاہ (یا نظامِ تعلیم) ہے۔ بدقسمتی سے خود اسی سرچشمۂ اصلاح کو کج اندیشی و غلط کاری نے اتنا گدلا کر دیا ہے کہ آگے کچھ بنتا ہی نہیں، بلکہ تعلیمی ادارے خود فتنوں اور تصادمات کا ایک سرچشمہ بن گئے ہیں۔

عجیب بات ہے کہ ملک بھر میں عرصہ سے دو مطالبے بڑے زور پر رہے ہیں۔ ایک یہ کہ دو طرح کے یا دو لسانی نظام ہائے تعلیم کی وجہ سے یک بام و دو ہوا کا جو تفرقہ انگیز اور طبقہ ساز ماحول بن گیا ہے اُسے یک قلم ختم کر دیا جائے۔ خاص زور اس پر دیا جاتا رہا ہے کہ غیر ملکی ذرائع سے چلنے والے اور انگلش میڈیم اسکولوں سے جلد نجات حاصل کی جائے۔ مگر نہ کوئی جمہوریت ایسا کر سکی اور نہ مارشل لا۔ اب خدا کرے آپ کا کمیشن اس مہم کو سر کرانے میں مؤثر پارٹ ادا کر سکے۔

دوسرا مطالبہ جس کا بہت زیادہ تعلق اس سوال سے نہیں ہے، یہ ہے کہ عورتوں کے لیے الگ یونیورسٹی اور کالجوں کا اہتمام کرنا اشد ضروری ہے۔

ہماری تہذیبی تاریخ میں عقیدۂ توحید کے جو وسیع عمرانی اثرات پڑے، ان میں کئی ایسے واقعات شامل ہیں جو "وحدتِ نظامِ تعلیم" کے حق میں مُہرِ شہادت کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مثلاً ایک واقعہ —

ہارون اور مہدی (عباسی دور کے شہزادے) دونوں نے امام مالکؒ کے درسِ مؤطا میں یہ خواہش کی کہ ان کو دوسرے طلبہ سے الگ خیمۂ خلافت (شاہی) میں بیٹھ کر املا کرنے کی اجازت دی جائے۔ امام صاحب نے انکار کر دیا۔[1]

یعنی ہمارے یہاں کسی طرح کے فرق و امتیاز کی کوئی گنجائش نہ تھی۔

چلتے چلتے ایک واقعہ اور سن لیجیے جس سے ہماری روایت واضح ہوتی ہے۔ خالد بن احمد ذہلی امیر بخارا

[1] حیاتِ مالکؒ از سید سلیمانؒ ندوی۔

نے امام بخاری کو اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے گھر پر بلایا۔ مگر انہوں نے علمِ حدیث کے تقدس (اور عوامی مساوات) کو سامنے رکھتے ہوئے انکار کر دیا۔ پھر امیر بخارا نے چاہا کہ مدرسے کے اندر اس کے بچوں کو نشست اور سلوک میں ترجیح دی جائے۔ امام نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ امیر بخارا کو غصہ آیا اور انہوں نے امام کو شہر بدر کرا دیا۔ اِدھر تھوڑے ہی عرصے بعد خالد امیر بخارا کو معزول کر دیا گیا اور مخالفوں نے گدھے پر سوار کر کے اس کی تشہیر کرائی۔[1]

اب ہمارے ہاں اس روایت کے مطابق تعلیمی مساوات قائم ہونی چاہیے۔ جس کا اصل الاصول یہ ہو کہ تمام درس گاہوں کی تعلیمی اور امتحانی زبان اُردو ہوگی، تمام مدارس میں ہر بچے کے لیے داخلے کا دروازہ کھلا ہوگا۔ سب جگہ نصاب و نصابی کتب ایک نہ بھی ہوں تو ان کا معیار ایک جیسا ہوگا، سب جگہ ماحول اور معیار اور وسائل یکساں ہوں گے۔ تمام طلبا کے لیے اسکولی لباس سادہ اور یکساں ہوگا، اور کسی بھی تعلیم گاہ سے ایک خاص سطح کے فارغ التحصیل طلبہ کو مختلف ملازمتوں اور انٹرویوز میں شامل ہونے کا یکساں موقع ملے گا۔ (مقررہ معیارِ تعلیم اور نمبروں وغیرہ کی شرط کے ساتھ)۔

اِس طرح مساوات کا اُصول نظامِ تعلیم میں نافذ کرنے کے لیے کچھ طور اطوار اور شعائر میں مماثلت پیدا کرنی ہوگی ــــ اور اس کے لیے دو چار سال کی مہلت دی جا سکتی ہے۔ مگر مہلت برائے التوائے بے جا نہیں!

(باقی)

---

[1] مظاہرِ حق۔ جلد ۱۔